تفسیر مظہری

تالیف

حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی

تشریحی ترجمہ مع ضروری اضافات

مولانا سید عبد الدائم الجلالی

دارالاشاعت
کراچی پاکستان

تفسیر مظہری

جلد سوم

بقیہ سورۂ نساء سے سورۂ مائدہ
پارہ ۵ تا پارہ ۶

تالیف
حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتیؒ
تشریحی ترجمہ مع ضروری اضافات
مولانا سید عبد الدائم الجلالی
رفیق ندوۃ المصنفین

ناشر
دار الاشاعت
اردو بازار کراچی ۱ ـــــــ فون ۲۱۳۷۶۸

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی دارالاشاعت کراچی

طباعت : شکیل پریس کراچی۔ ۱۹۹۹ء

ضخامت : صفحات در ۶ جلد

کاادا کرنا واجب ہے جیسا کہ آیت کے شان نزول سے ظاہر ہو رہا ہے۔

صوفیہ صافیہ کا بیان ہے کہ ممکنات کا وجود اور لوازم وجود اور تمام کمالات ممکن کے ذاتی (از خود) نہیں بلکہ مرتبہ وجوب سے مستفاد اور باری تعالیٰ کی طرف سے ایک مستعار ودیعت ہے ورنہ بذات خود ہر ممکن ان کمالات سے خالی ہے اور اس آیت کا اقتضاء ہے کہ امانت کو امانت والے کے سپرد کر دینا اور اپنی ذات کو اس کا مالک نہ قرار دینا واجب ہے اگر بادشاہ کسی بھنگی کو خلعت فاخرہ اور لباس امیرانہ پہنا دے تو بھنگی کی یہی دانشمندی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ویسا ہی تصور کرے جیسے پہلے تھا اور خلعت کو بادشاہ کی عاریت سمجھے صوفی پر بھی جب اس تصوری حالت کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ اپنے کو اپنی ذات کے اعتبار سے معدوم اور فاقد الوجود سمجھتا ہے اور تمام کمالات سے خالی جانتا ہے بلکہ اپنے کو تمام مفاسد اور شرور کا مبدا خیال کرتا ہے یہی مرتبہ فنا ہے اس سے آگے ایسی کھوئی کھوئی حالت کبھی ہو جاتی ہے کہ اپنی ذاتی فناء اور کمالات سے خالی ہونے کا بھی اس کو خیال نہیں رہتا، یہ مرتبہ فنا الفناء کا ہوتا ہے لیکن فناء ذاتی کے تصور کے ساتھ کبھی یہ خیال بھی شہودی مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے کہ میرا وجود ہے میں موجود ہوں مگر میری یہ ہستی اور ہستی کے صفات میرے نہیں اللہ تعالیٰ نے بطور رعایت مجھے عطا فرمائے ہیں۔ ذات خداوندی اور صفات الٰہیہ کی وجہ سے میری ہستی اور ہستی کی صفات کی بقاء ہے (گویا واجب اصل ہے اور ممکن اس کا عکس) یہ مرتبہ بقاء (باللہ) کا ہے یہی مطلب ہے اس فرمان خداوندی کا جس کو حدیث قدسی میں بیان کیا گیا ہے کہ میں مومن کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔

اسی مرتبہ فنا و بقاء کا نام صوفی کی نظر میں ادائے امانت ہے اس مرتبہ پر پہنچنے کے بعد کوئی صوفی تصور بھی نہیں کر سکتا ہے کہ خود وہ اپنے نفس کا تزکیہ کرتا ہے کیونکہ اس کو اپنا نفس معدوم الوجود اور تمام کمالات سے خالی نظر آتا ہے ہاں اللہ نے جو فضائل و کمالات عطا فرمائے ہیں ان کو تذکرۂ انعام کے طور پر بیان کرنا اس کے لئے جائز ہوتا ہے کیونکہ کوئی فضیلت اس کی ذاتی نہیں ہوتی ہر کمال اور فضیلت کا رجوع اللہ کی طرف ہوتا ہے پس کسی فضیلت کے ذکر سے مراد ہوتا ہے اللہ کی عنایت کا اظہار اور کمال خداوندی کا بیان۔ فالحمد للہ۔

گویا اس آیت کا ربط گزشتہ آیت اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ سے ہے اور دونوں کے درمیان جتنا کلام ہے وہ معترضہ ہے (یعنی ما قبل اور ما بعد کسی سے مربوط نہیں) دونوں آیات کا مطلب یہ ہو گا کہ اپنے نفسوں کو پاک نہ قرار دو تمہارا کوئی کمال تمہارا نہیں ہے اللہ جس پر چاہتا ہے اپنے نور کا ایک چمکار اور اپنے سمندر کا ایک چھینٹا ڈال دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ پاک ہو جاتا ہے۔ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ جو کمالات و فضائل اللہ نے تم کو بطور امانت عطا فرمائے

(بقیہ پچھلے صفحہ پر) ہو یا بد، (۲) امانت ادا کی جائے خواہ نیک کی ہو یا بد کی، (۳) وعدہ پورا کیا جائے خواہ نیک سے کیا ہو یا بد سے، عبد الرزاق ، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت ابن مسعودؓ کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں شہادت سوائے امانت کے باقی تمام گناہوں کو ساقط کر دیتی ہے، قیامت کے دن بعض لوگوں کو (پیشی میں) لایا جائے گا خواہ وہ راہ خدا میں شہید ہوئے ہوں پھر بھی ان کو حکم دیا جائے گا اپنی امانت واپس کر، وہ شخص عرض کرے گا دنیا جاتی رہی اب کہاں سے ادا کروں حکم ہو گا اس کو ہاویہ میں لے جاؤ حکم کی تعمیل کی جائے گی قعر جہنم کے اندر امانت اپنی اپنی اصلی شکل میں (اس کے سامنے) آئے گی وہ امانت کو اپنے اوپر اٹھا کر اوپر کو چڑھنے لگے گا چڑھتے چڑھتے جب اس کو یقین ہو جائے گا کہ اب میں امانت کا بوجھ اٹھائے باہر نکل جاؤں گا دفعتہً امانت پھسل کر نیچے گر پڑے گی اور اس کے ساتھ وہ شخص بھی ہمیشہ کے لئے اندر کو گر پڑے گا۔ راذان راوی کا بیان ہے حضرت ابن مسعودؓ سے یہ بیان سن کر میں حضرت براءؓ بن عازب کے پاس گیا اور ان سے عرض کیا، کیا آپ نے نہیں سنا کہ آپ کے بھائی ابن مسعودؓ نے کیا فرمایا، حضرت براءؓ نے فرمایا ابن مسعودؓ نے سچ کہا کیونکہ اللہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا، اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں واپس کرو، امانت نماز میں بھی ہوتی ہے اور غسل جنابت میں بھی اور بات میں بھی اور ناپ تول میں بھی اور دین میں بھی اور ان سب سے زیادہ سخت وہ امانت ہے جس کا تعلق ودیعت (کے مال) سے ہو۔ (منہ)

ہیں ان کا رجوع اللہ ہی کی طرف کرو طہارت نفس کو اپنی کارگزاری نہ سمجھو بلکہ اللہ کا شکر اور حمد کرو کہ اس نے تم کو پاک کیا۔
بعض مشائخ کی زبان سے بعض اوقات اپنے فضائل کا اظہار بظاہر فخر کے لہجہ میں ہوا ہے جس سے جاہلوں کو اعتراض کا موقع ملا ہے مگر ان نادانوں کو معلوم نہیں کہ مشائخ جب اپنے تمام کمالات و فضائل کو بطور اداء امانت اللہ کی طرف لوٹا دیتے ہیں تو پھر ان کا ذکر کرنا انعام الٰہی کا اظہار ہوتا ہے فخر نہیں ہوتا بلکہ حکمت و مصلحت کے زیر اثر وہ اپنے مقامات و احوال کا اظہار کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اور اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ جب لوگوں کے باہمی معاملات کا فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو۔

انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا بھی ادائے امانت کی ایک شاخ ہے اور انصاف نہ کرنا خیانت ہے۔ اسی طرح اللہ، رسول اور اولی الامر کی اطاعت جس کا حکم آئندہ آیت میں دیا گیا ہے اداء امانت ہے۔

حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے عامل (حاکم) بنا دیجئے (یعنی کوئی انتظامی کام مجھ سے لیجئے) فرمایا تم کمزور ہو اور یہ (حکومت) ایک امانت ہے قیامت کے دن یہ رسوائی اور پشیمانی کا ذریعہ ہوگی۔ ہاں جس شخص نے اس کو اس کے حق کے ساتھ لیا اور پھر اس کے حق کو ادا کیا (وہ رسوا نہ ہوگا)

دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا ابوذرؓ میں تم کو کمزور پاتا ہوں، میں تمہارے لئے وہی بات پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں۔ دو آدمیوں پر بھی حکومت نہ کرنا اور یتیم کے مال کا متولی نہ بننا۔ رواہ مسلم۔

اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ یعنی ادائے امانت اور انصاف حکم بہت اچھی چیز ہے جس کی اللہ تم کو نصیحت کر رہا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا ۢ بے شک اللہ (تمہارے اقوال و احکام کو) سننے والا اور

بَصِيْرًا ۝۵۸ (امانتوں کے سلسلہ میں تم جو کچھ کرتے ہو اس کو) دیکھنے والا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کی مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انصاف کرنے والے (قیامت کے دن) رحمٰن کے دائیں ہاتھ کی طرف نور کے ممبروں پر ہوں گے اور رحمٰن کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ یہ وہی لوگ ہوں گے جو فیصلوں میں اور فیصلہ کے فریقوں میں اور اپنے زیر حکومت امور میں انصاف کرتے ہیں۔ رواہ مسلم۔ حضرت ابو سعیدؓ خدری راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ کا سب سے زیادہ محبوب و مقرب منصف حاکم ہوگا۔ اور قیامت کے دن اللہ کا سب سے زیادہ مبغوض اور سخت ترین عذاب کا مستحق ظالم حاکم ہوگا۔ دوسری روایت میں سخت ترین عذاب والا کی جگہ قرب الٰہی سے بعید ترین کا لفظ آیا ہے، ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ کے سایہ (رحمت) کی طرف سبقت کرنے والے کون لوگ ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی جانے۔ فرمایا وہ لوگ (رحمت کے سایہ کی طرف سب سے آگے ہوں گے) جن کو اگر ان کا حق دیا جائے تو قبول کر لیتے ہیں اور اگر ان سے حق مانگا جائے تو دیدیتے ہیں اور لوگوں کا فیصلہ اس طرح کرتے ہیں جیسا اپنی ذات کے لئے کرتے ہیں۔ رواہ احمد بیہقی نے شعب الایمان میں بھی حضرت عمر بن خطابؓ کی روایت سے اسی طرح مرفوع حدیث نقل کی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ اے اہل ایمان اللہ کا حکم مانو اور رسول ﷺ کا حکم مانو اور تم میں سے جو حاکم ہوں (ان کا حکم مانو)۔

بخاری، مسلم اور اصحاب سنن (ابن ماجہ، نسائی، ابو داؤد وغیرہ) نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ اس آیت کا نزول حضرت عبداللہ بن حذافہ کے حق میں ہوا تھا جن کو ایک دستہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا۔